اسلامی معاشرہ میں ماں کا درجہ

محترمہ ثریا بتول علوی صاحبہ۔ منصورہ، لاہور

(۲)

مثل مشہور ہے کہ جو ہاتھ جھولا جھلاتا ہے وہی دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ عورت کو اللہ نے بہت طاقت دی ہے وہ چاہے تو معاشرے کو سنوار دے اور چاہے تو معاشرے کو بگاڑ دے۔ عورت کی ذرا سی غفلت اور بچوں سے لاپرواہی نسل نو کو برباد کر سکتی ہے۔ لہٰذا مسلمان عورت کو ہر وقت اولاد کے سلسلے میں محتاط رہنا چاہیے۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ محتاج بیان نہیں کہ انہوں نے کس طرح بچپن میں ماں کی ہدایت کے مطابق ڈاکوؤں کے سردار کے سامنے سچ بولا، تو ڈاکوؤں کا سردار اتنا شرمندہ ہوا کہ یہ ننھا سا بچہ اپنی ماں کا اتنا فرمانبردار ہے اور میں اتنا بڑا ہو کر اپنے مالک کا نافرمان ہوں۔ اُسے اتنی ندامت ہوئی کہ وہ اور اس کا پورا قافلہ سب نے چوری ڈاکے سے توبہ کی اور مخلص مومن بنے۔ گویا ان سب کے راسخ العقیدہ مسلمان بننے کا سارا محرّک حضرت عبدالقادر جیلانی کی والدہ محترمہ کی پُرخلوص نصیحت اور اسلامی رنگ میں رنگی ہوئی بچّے کی تربیت تھی۔

ماں معاشرے کو کس طرح بگاڑتی ہے۔ جب وہ اپنے بچوں سے غفلت برتے ان کی غلطیوں پر ٹوکنے کے بجائے نظر انداز کرے یا ان کی غلط کاموں پر حوصلہ افزائی کرے تو وہ گویا پورے معاشرے کو برباد کر دیتی ہے۔ ایک ڈاکو جب پھانسی کے لیے تختۂ دار پر لٹکایا جانے لگا تو اس سے آخری خواہش پوچھی گئی۔ اُس نے کہا میری ماں کو بُلایا

جائے۔ جب ماں کو بلایا گیا تو بیٹے نے ماں سے کہا اپنا کان میرے قریب کرو۔ ماں نے سمجھا کہ شاید کوئی بات کرنا چاہتا ہے۔ ماں جب اس کے قریب ہوئی تو بیٹے نے کان پر زور سے کاٹا۔ اس سے پوچھا گیا کہ پھانسی کے پھندے پر تمہیں ماں کو اتنی تکلیف پہنچانے کا خیال آخر کس طرح آیا۔ بولا آج میں جس جرم کی سزا بھگت رہا ہوں میری ماں اس میں برابر کی مجرم ہے۔ ابتداء میں میں چھوٹی چھوٹی چوریاں کر کے گھر میں چیزیں لاتا تھا، تو وہ بہت خوش ہوتی تھی۔ اس کی اسی حوصلہ افزائی نے آج مجھے اس بھیانک انجام تک پہنچایا، آخر وہ سزا میں سے اپنا حصہ کیوں نہ وصول کرے؟

اسی طرح بے پروا اور اپنے فرائض سے غافل ماں روزِ قیامت بھی اپنی غفلت کی پوری پوری سزا بھگتے گی۔ اور اولاد خود اس کے خلاف خدا کی عدالت میں مقدمہ دائر کر کے اُسے سزا دلوائے گی۔

حضورؐ عورتوں سے کیا بیعت لیتے تھے؟ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

"اے پیغمبرؐ جب مسلمان عورتیں تمہارے پاس بیعت کرنے کے لیے آئیں تو وہ اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو بھی شریک نہیں ٹھہرائیں گی، چوری نہیں کریں گی، بدکاری نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور اپنے پاس سے کوئی بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی اور کسی نیک کام میں (جس کا حکم آپؐ دیں) آپؐ کی حکم عدولی نہیں کریں گی۔ تو پھر ان شرطوں پر تم اُن سے بیعت لے لو اور ان کے لیے اللہ سے استغفار کرو۔ یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

مندرجہ بالا باتوں کے علاوہ آپؐ ان سے یہ بیعت بھی لیا کرتے تھے کہ وہ مردوں پہ بین نہیں کریں گی اور اپنے کپڑے نہیں پھاڑیں گی اور گریبان چاک نہیں کریں گی۔ ایک مسلمان عورت کا شیوہ حکمِ الٰہی سن کر یہ ہونا چاہیے کہ اسے بسر وچشم قبول کرے، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

"مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا o

"کسی مومن مرد کو اور کسی مومنہ عورت کو یہ سزاوار نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کوئی حکم دے دیں تو اس بات میں ان کا اپنا اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کی وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔"

عورتوں کو مزید کتاب وسنت کی تعلیم یہ ہے کہ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ۔ اپنے گھروں میں ٹک کر بیٹھی رہو اور قدیم جاہلیت کا بناؤ سنگار نہ کرتی پھرو۔ بچوں کی تربیت اتنا اہم اور نازک مسئلہ ہے کہ اس کے لیے عورت کو ہر وقت گھر میں موجود رہنا ضروری ہے۔ اسی لیے عورت کو باہر کے تمام کاموں سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ نماز باجماعت، جمعہ کی ادائیگی، جہاد، نماز جنازہ وغیرہ یہ باہر کے کام مرد انجام دے اور عورت گھر کے محاذ پہ ڈٹی رہے۔ اس کو جہاد کا ثواب برابر ملتا رہے گا اور ثواب میں وہ کسی طرح مرد سے پیچھے نہ رہے گی۔

قرنِ اوّل کی خواتین کا مثالی کردار

قرنِ اوّل کی مسلمان عورتوں نے معاشرے میں بھرپور رول ادا کیا۔ دین کو قائم کرنے میں انہوں نے گراں بہا خدمات انجام دیں۔ جہاں انہوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت میں بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا، وہاں اپنی اولادوں کے اوپر انہوں نے بڑی محنت کی اور ان کی تربیت بہترین انداز میں کر کے عالمِ اسلام کو جاں نثار، جری وبے باک مجاہد عطا کیے۔ جو ایک طرف اللہ اور رسولؐ کی محبت سے سرشار تھے تو دوسری طرف جذبۂ شہادت سے معمور تھے۔ ساتھ ساتھ

وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے دعا گو رہتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اور رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی چاروں بیٹیاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں سب نیکی و تقویٰ میں ایک دوسری سے بڑھ کر تھیں۔ سیدہ خدیجہ نے اسلام کے ساتھ محبت ان کی رگ و پے میں جاری و ساری کر دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی وفات پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آبدیدہ رہتے تھے۔ سیدہ زینب رض، سیدہ رقیہ رض، سیدہ کلثوم رض تینوں صاحبزادیاں نیک نفس اور اپنے شوہروں کی وفادار تھیں اور وہ اسلام کی خاطر بہت ستائی گئیں۔ حضرت زینب رض کے شوہر غیر مسلم تھے مگر بہت محبت کرنے والے اس کے باوجود سیدہ زینب اُن کو مکّہ میں چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر کے آ گئیں۔ اسلام کی خاطر بہت تکلیف پائی مگر قدم پیچھے نہ ہٹایا۔

اور سیدہ فاطمۃ الزہرا سیدۃ نساء الجنۃ تو بے شمار خوبیوں اور اوصافِ حمیدہ سے متصف تھیں۔ خود وہ صبر و رضا کا پیکر تھیں۔ محنت سے گھر کا کام کاج کرتیں۔ چکی پیس پیس کر ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ لبوں پر تلاوتِ قرآن اور ہاتھوں سے گھر کا کام۔ اکثر اوقات چکی پیستے وقت کسی بچے کو گود میں لیے ہوتیں۔ ایک دفعہ حضرت علی رض نے کھانے کے لیے کچھ مانگا تو عرض کیا دو دنوں سے گھر میں کچھ نہیں۔ حضرت علی رض نے فرمایا پہلے کیوں نہ بتایا۔ عرض کیا سرتاج! میرے والد سرکارِ دو عالم کی مجھے یہی نصیحت تھی کہ میں کبھی سوال کر کے آپ کو شرمندہ نہ کروں۔

اسی سیدہ فاطمۃ الزہرا رض نے اپنے بچوں حضرات حسنین (حسن و حسین رض) کی تربیت جس انداز میں کی اور حضرت حسین رض نے جس طرح تاریخِ اسلام میں کربلا کے مقام پر شہادتِ حق کا فریضہ ادا کر کے کلمۂ حق سربلند کیا۔ یہ سب سیدہ فاطمۃ الزہرا کی تربیت کا اثر تھا۔ سچ کہا علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے:۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول　　مادراں را اُسوۂ کامل بتول
آں ادب پروردۂ صبر و رضا　　آسیا گرداں ولب قرآں سرا

گہ یہ ہاتھے او زبالیں بے نیازہ گوہر افشاندے بدامانِ نمازہ

یہ حضرت اُمِ سُلیمؓ ہیں، نیکی و پارسائی میں یکتا و بے مثال - ان کے شوہر فوت ہوگئے تو چھوٹا سا بیٹا (حضرت انس) موجود تھا، ان کو حضرت انس کی تربیت کی اتنی فکر تھی کہ عہد کیا جب تک وہ جوان نہ ہو جائیں، میں آئندہ شادی نہیں کروں گی - اسی اثنا میں سرکارِ دو عالمؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی کہ میرے بیٹے کو اپنی صحبت اور خدمت کا شرف بخشیں - آپؐ نے ہاں کر دی تو انہیں خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا - حضرت انسؓ بڑے ہو کر فرمایا کرتے تھے - اللہ میری ماں کو جزائے خیر دے انہوں نے مجھے خوب پال کر آپؐ کی خدمت اور صحبت میں دے دیا - اور حق بھی یہی ہے کہ اللہ کے رسولؐ کی خدمت گزاری سے بڑھ کر کون سا شرف ہو سکتا ہے ؟

یہ ایک انصاری صحابیہ اُمِ عمارہؓ تھیں - انہوں نے جنگِ اُحد میں مردوں کی سی ثابت قدمی اور بے باکی کا مظاہرہ کیا - نبی کریمؐ کی مدافعت میں اس جانبازی سے لڑیں کہ خود سرورِ دو عالمؐ نے فرمایا - " دائیں بائیں جس طرف بھی میں نے رُخ کیا اُمِ عمارہؓ کو اپنی مدافعت میں لڑتے پایا" - اس عالم میں ان کے بیٹے عبداللہ بن زیدؓ زخمی ہو گئے تو ان کو مرہم پٹی کی اور بجائے اس کے کہ لختِ جگر کو آرام کرنے اور سستانے کا مشورہ دیتیں، حکم دیا - " بیٹے اٹھو اور تلوار لے کر اس مشرک قوم پر ٹوٹ پڑو" - حضرت اُمِ عمارہؓ کی اس پُر جوش تقریر نے نہ صرف ان کے بیٹے عبداللہ بن زید بلکہ اور بھی بہت سوں کو اللہ کی راہ میں لڑنا اور اپنی ہر متاعِ حیات کا لُٹانا آسان بنا دیا -

حضرت خنساءؓ جو قبل از اسلام اپنے جوانمرگ بھائی کی وفات پر مارے صدمہ کے دیوانی ہو گئی تھیں - انہوں نے اپنے بھائی کے لیے بے حد پُر سوز اور درد بھرے مرثیے لکھے جو عربی ادب میں شاہکار سمجھے جاتے ہیں - یہی شاعرہ حضرت خنساءؓ جب مسلمان ہوئیں تو اسلام کی تعلیم نے ان کے اندر اتنا انقلاب بپا کیا کہ جنگِ قادسیہ میں اپنے چاروں جگر گوشوں کے ہمراہ شریک ہوئیں - ان چاروں کو حملہ سے قبل رات کو

جمع کیا اور کہا "اے بچو! تم نے برضا و رغبت ایمان قبول کیا، کسی دباؤ کے بغیر ہجرت کی ۔۔۔ تمہاری ماں ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے۔ تم نجیب الطرفین ہو، لہٰذا اشراف جیسے اعلیٰ وارفع کارنامے انجام دو، تمہیں معلوم ہے کہ خدا نے کفار سے جنگ کے عوض کس قدر ثواب تیار کر رکھا ہے۔ خوب سمجھ لو اس فنا ہونے والی دُنیا سے دار البقاء بہتر ہے..... لہٰذا اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے دشمن کے مقابلے میں نکل جاؤ اور جب گھمسان کا رن پڑے تو اس کی بھٹی میں بلاخوف و خطر کود پڑو، جس وقت دشمن کا لشکر پورے جوش و جذبہ سے لڑائی میں مصروف ہو تو تم اس کے سردار کو اپنی تلواروں کا نشانہ بناؤ، اور شہادت سے سرفراز ہو جاؤ۔" ماں کی پُرعزیمت تقریر سُن کر چاروں لڑکے رجز پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں سربکف نکلے اور ماں کی ہدایت کے مطابق چاروں شہادت سے سُرخرو ہوئے تو خنساءؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

جس زمانہ میں حجّاج نے حضرت عبداللہؓ بن زبیر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ان کے تمام ساتھی آہستہ آہستہ ان کا ساتھ چھوڑ کر حجّاج سے جا ملے۔ حتیٰ کہ ان کے اپنے دو بچے حمزہ اور خبیب بھی حجّاج بن یوسف کی پناہ میں چلے گئے۔ عبداللہ بن زبیر نے اس وقت اپنی والدہ حضرت اسماءؓ بنتِ ابی بکر کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بے بسی کا رونا رویا کہ اب میرے بیٹوں نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ صرف گنے چُنے لوگ میرے ساتھ رہ گئے ہیں۔ اب موت یقینی ہے۔ لیکن اب بھی اگر میں حجّاج کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں تو مجھے دُنیا کی ہر نعمت مل سکتی ہے۔ لہٰذا میں آپ کے پاس مشورہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اس موقعہ پر سو سالہ بوڑھی والدہ حضرت اسماء نے جو حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھیں، جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، بولیں:

بیٹا! تم اپنا معاملہ بہتر جانتے ہو۔ اگر تم واقعتاً حق پر ہو اور لوگوں کو حق کی طرف بُلاتے ہو تو صبر سے کام لو، تمہارے کتنے ساتھیوں نے صبر سے لڑتے لڑتے جان دے دی ہے۔ اب تم اپنی گردن کو کھلونا بنا کر بنی اُمیّہ کے لونڈوں کے حوالے نہ کرو کہ وہ اس سے کھیلتے رہیں۔ لیکن اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم نے یہ سارا کھیل دُنیا کے لیے

کھیل ہے تو پھر تم دُنیا کے بدترین انسان ہو کہ خود بھی ہلاک ہوئے اور اللہ کے بندوں کو بھی ہلاکت میں ڈالا ۔ اگر تم حق پر ہو تو اس کے لیے جان دینا بہت اچھا ہے ۔ جب اس زندگی کو ختم ہونا ہی ہے تو کیوں نہ یہ اللہ کی راہ میں ختم ہو ۔ دین کو کمزور کرنے سے تمہیں دوام تو نصیب ہونے سے رہا۔“

حضرت عبداللہ رضؓ بن زبیر بولے ! امّاں جان مجھے اندیشہ ہے کہ اہلِ شام مجھے قتل کر کے طرح طرح کا عذاب دیں گے تو والدہ بولیں بیٹا ! ” بکری کو ذبح کرنے کے بعد اُس کی کھال اُتارنے اور بوٹیاں کرنے سے اُس کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی ۔“

اس پر بیٹا فرطِ محبّت سے بوڑھی والدہ سے لپٹ گیا ۔ حضرت اسماء اس وقت بینائی سے محروم ہو چکی تھیں ۔ بیٹے کے لمس سے محسوس ہوا کہ اس نے زرہ پہنی ہوئی ہے ۔ تو بولیں بیٹا ! جنہیں شہادت کی آرزو ہوتی ہے وہ زرہ نہیں پہنا کرتے ۔“

الغرض بہادر ماں کا بہادر بیٹا زرہ اُتار کر ماں سے رخصت ہوا اور دیوانہ وار لڑتا ہوا شہادت سے سُرخرو ہو گیا ۔ (باقی)